قرآن، مستشرقین اور مغرب

سیدہ شمائلہ رباب رضوی[1]

خلاصہ

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مستشرقین مغرب نے بالعموم اسلام کا معروضی مطالعہ پیش نہیں کیا۔ وہ اپنے مخصوص مقاصد کے لیے اسلام کی غیر حقیقی اور مسخ شدہ تصویر پیش کرتے رہے ہیں۔ ان کی کوشش یہ رہی ہے کہ اسلام کو لوگوں کے سامنے اس انداز سے پیش کیا جائے کہ وہ ان کو کوئی غیر معمولی اور خاص وقعت کی چیز محسوس نہ ہو بلکہ اس کے برعکس انسانی ترقی و تمدن کی راہ میں مزاحم دکھائی دے۔ اس سلسلے میں وہ کئی جہتوں میں کام کرتے اور مختلف نتائج سامنے لاتے ہیں۔ عالم اسلام کے تناظر میں دیکھیں تو ان کی کوشش کا اہم مقصود مسلمانوں کو اپنے دین سے متعلق متشکک و متردد بنانا، اسلامی اقدار و تہذیب کو مغربی اقدار و تہذیب کے مقابلے میں کم تر ثابت کرنا اور انہیں یہ باور کرانا ہے کہ وہ مغربی تہذیب واقدار سے بیگانہ اور روایتی اسلام سے، جس میں دقیانوسیت اور بہت سے نقائص ہیں، چمٹے رہ کر دنیا میں ترقی و عروج حاصل نہیں کر سکتے۔ اس مقالہ میں ہمارے پیش نگاہ مذکورہ مقصد کے حوالے سے مستشرقین مغرب کی کاوشوں کا مطالعہ ہے۔

کلیدی الفاظ: مستشرق، صلیبی جنگ، مبلغ، مفکر، اشاعت۔

موضوع کا تعارف

تیرہویں صدی عیسوی میں جبکہ عیسائی دنیا اسلام کے خلاف برپا کی ہوئی اپنی صلیبی جنگوں میں پے درپے ناکام ہونا شروع ہوئی تو اس کے مفکرین اور نظریہ سازوں کو یہ یقین ہو گیا کہ موجودہ حالات میں طاقت و قوت اور تشدد و جارحیت کے ذریعہ اسلام کو مذہبی وسیاسی اقتدار سے بے دخل نہیں کیا جاسکتا ہے چنانچہ غور و فکر کے بعد انھوں نے طے کیا کہ سر دست اپنی جارحانہ مہم کو ملتوی کر کے علم و تحقیق کے عنوان سے اسلام کو نشانہ بنانا چاہئے اور تلوار کی بجائے قلم سے اسلام کی بیخ کنی کی جائے۔

[1] ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ شاہ عبداللطیف خیرپور میرس سندھ پاکستان

"اسلام دشمن مغربی مفکرین کا یہی پر فریب منفی نظریہ ''تحریک مستشرقین'' کا نقطہ آغاز ہے۔ چنانچہ اس منصوبہ کے تحت عیسائی مبلغین اور ان کے ساتھ یہودی علماء بھی اسلامیات کے مطالعہ کے لئے وقف کر دیئے گئے۔ اس تحریک کا ایک بنیادی مقصد مذہب عیسوی کی اشاعت و تبلیغ کے لئے رجال کار مہیا کرنا اور اسلام کی ایسی تصویر پیش کرنا ہے جس سے مسیحیت کی برتری اور ترجیح خود بخود ثابت ہو جائے اور نئے تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے مسیحیت میں کشش پیدا ہو۔"[۱]

یہ مستشرقین قرآن وحدیث، سیرت نبوی، فقہ اسلامی اور اخلاق و تصوف کا مطالعہ اس مقصد سے کرتے ہیں کہ ان میں خامیاں نکالی جائیں اور پھر انھیں اپنے دینی وسیاسی مقصد کے لئے استعمال کیا جائے، ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ پہلے اسلام کے خلاف ایک باطل اور شر انگیز بات طے کر لیتے ہیں اور پھر اس کے اثبات کے لئے ہر طرح کے رطب و یابس، تاریخ، حدیث و سیرت، یہاں تک کہ افسانہ و شاعری کے غیر مستند ذخیرہ سے مواد فراہم کرنے کی غیر معقول کوشش کرتے ہیں اور جہاں کہیں سے بھی مقصد بر آری ہوتی ہو خواہ وہ علمی اصول کے رو سے صحت و اسناد کے اعتبار سے کتنا ہی مشکوک و مجروح کیوں نہ ہو اس کو پوری جسارت سے بڑے آب و تاب کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور مغربی افکار، تعلیمات و تہذیب کو ہی کامیابی کی ضمانت قرار دیتے ہیں۔

روش تحقیق

اس بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اسلامی موضوعات پر تحقیق کرتے وقت، حساسیت، احترام اور ثقافتی بیداری کے ساتھ موضوع سے رجوع کرنا ضروری ہے۔ مزید بر آں، اخلاقی تحفظات پر غور کرنا بھی ضروری ہے اس لیے ان نکات کا مقدم رکھتے ہوئے راقمہ نے زیر قلم مقالہ کی تحقیقی روش اور اسلوب بیانیہ اور علمی منتخب کیا ہے۔

بنیادی سوالات

۱۔ مستشرقین کون ہیں؟

۲۔ مستشرقین کا قرآن سے کیا تعلق ہے؟

۳۔ قرآن، مستشرقین اور مغرب کا آپسی کیا ربط ہے؟

---

[۱] حسین، ثناء اللہ، قرآن کریم اور مستشرقین، (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۸ ستمبر ۲۰۱۶ء)، ص ۱۸۔

۴۔ مستشرقین کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟
۵۔ کیا مستشرقین کی اقسام بھی ہیں؟

دورِ حاضر میں موضوع کی اہمیت و ضرورت

قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جو مرتب و منظم زندہ و جاوید صحیفہ کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لی ہے۔ اسی طرح صرف قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک محفوظ کتاب ہے۔ نہ صرف اس کا ایک ایک حرف اور حرکت محفوظ ہے بلکہ اس کے الفاظ کی ادائیگی کے طریقے بھی تسلسل اور تواتر سے پوری صحت کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری کے باوجود مسلمانوں نے اس کی حفاظت کی ضرورت سے آنکھیں بند نہیں کیں۔ قرآن کے نزول کے ساتھ ہی اس کی کتابت کا اہتمام کیا گیا۔ اس کی ترتیب بھی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھی۔ لیکن مستشرقین نے قرآن کو اپنی کتابوں کے برابر لانے کے لئے قرآن کے متن کے غیر معتبر ہونے کے نقطہ نگاہ کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے۔ جہاں مستشرقین نے اپنے خاص اہداف اور اغراض و مقاصد کو مد نظر رکھ کر قرآن، حدیث اور سیرت النبی ﷺ کے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے جن میں قرآن، حدیث، سیرت نبوی، فقہ و کلام، سیرت آئمہ و صحابہ، تابعین، مجتہدین، اکابر محدثین، فقہاء و قضاۃ، مشائخ سلوک، رواۃ حدیث، اسماء رجال، فن جرح و تعدیل، جمع قرآن، تدوین حدیث، حجیت حدیث وغیرہ ہر ایک موضوع کے متعلق مستشرقین کی تصانیف اور نام نہاد تحقیقات میں اس قدر مواد پایا جاتا ہے جو ایک ایسے ذہین و حساس آدمی کو جو ان موضوعات پر وسیع اور گہری نظر نہ رکھتا ہو اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر دینے اور سلف صالحین و علمائے راسخین کی شخصیتوں کو مجروح کر دینے اور ان سے اعتماد ختم کر دینے کے لئے کافی ہے۔ واقعی علم و تحقیق کی رو سے ان مشکوک و مشتبہ لٹریچر کو یہ لوگ سائنٹفک اور سسٹمیٹک (اصولی مطالعہ) جیسے بھاری بھرکم اور مرعوب کن عنوان سے پیش کرتے ہیں جس کی بناء پر کچے ذہن اور سطحی علم رکھنے والے ان کے دام فریب میں آجاتے ہیں۔ بالخصوص یونیورسٹیوں اور مغربی ممالک میں تعلیم حاصل کرنے والے اکثر لوگ اس بھنور میں پھنس چکے ہیں۔ مستشرقین کی غلط فہمیوں، بدگمانیوں اور انکے شکوک و شبہات

کے ردّ میں علماء اسلام نے بھی ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ لیکن یہ پھر بھی بہت ضروری ہے کہ اس موضوع پر دور حاضر کے تناظر میں قلم کاری کی جائے اور امت مسلمہ بلخصوص نوجوان نسل جو کہ مغربی ثقافت کی دلدادہ ہے ان کو اس سے آگاہ کیا جائے۔

سابقہ تحاریر کا مختصر جائزہ

کسی بھی تحقیقی عمل سے قبل سابقہ تحاریر کا جائزہ فرض کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے زیر قلم موضوع پر قلم کاری سے قبل جن کتب سے استفادہ لیا ان میں سے چند جو برائے راست موضوع سے وابستہ ہیں کا ذکر پیش خدمت ہے۔

۱۔ تہذیبیں گروہ انسانی کی شدید محنت اور جاں فشانی کا ثمرہ ہوتی ہیں۔ ہر گروہ کو اپنی تہذیب سے فطری وابستگی ہوتی ہے۔ جب تک اس کی تہذیب اسے تسکین دیتی ہے، وہ دیگر تہذیبوں سے بے نیاز رہتا ہے۔ جب کوئی بیرونی تہذیب اس پر دباؤ ڈالنے لگتی ہے تو معاشرہ اپنی تہذیب کی مدافعت کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے، اور مخالف تہذیب کو اپنی تہذیب پر اثرانداز ہونے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ مدافعت اکثر حربی ٹکراؤ کی صورت اختیار کر جاتی ہے، اور اگر حربی مدافعت کی قوت باقی نہیں رہ جاتی تو غالب معاشرے کے خلاف سرد جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ تاآنکہ دونوں میں سے کسی ایک کو قطعی برتری حاصل نہ ہو جائے۔ بصورت دیگر کوئی نئی تہذیب وجود میں آتی ہے جس میں متحارب معاشرے ضم ہو جاتے ہیں۔ مستشرقین بھی اسلام اور پیغمبر اسلام کو اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور اس کا مقابلہ کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب "اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر" محترم ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی کا کراچی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لئے لکھا گیا مقالہ ہے، جسے محترم آصف اکبر صاحب نے مرتب کیا ہے۔ مقالہ نگار نے اس میں مغرب کا پس منظر، ریاست اسلامیہ کی توسیع اور عہد وسطی کا مغرب، مغرب کا رد عمل، مستشرقین، اور سترہویں تا انیسویں صدی عیسوی کا مشترکہ جائزہ جیسے موضوعات پر تفصیلی بحث کی ہے۔ مغرب کے انداز فکر کو سمجھنے کے لئے یہ ایک مفید اور بہترین کتاب ہے۔

۲۔ "قرآن کریم اور مستشرقین"، محترم ثناءاللہ حسین کی کاوش ہے جسے انہوں نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ایم اے علوم اسلامیہ کے طلبہ کے لیے مرتب کیا ہے اس میں انہوں نے مستشرقین

اور قرآن کریم پر مستشرقین کے اعتراضات کا علمی ، تنقیدی جائزہ،علوم القرآن پر مستشرقین کے اعتراضات کا علمی و تنقیدی جائزہ، قرآن کریم کے متعلق بعض مستشرقین کی مثبت آراء اور ان کے اثرات مطالعہ قرآن کے حوالے مستشرقین کے اہم اسالیب اور قرآنیات پر مستشرقین کی مؤلفات کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔

۳-زیر نظر کتاب ''حفاظت قرآن مجید اور مستشرقین'' پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر (سابق ڈین اسلامک سٹڈیز، پنجاب یونیورسٹی) کی تصنیف ہے۔ڈاکٹر صاحب نے کتاب پر مبسوط مقدمہ لکھا ہے، اوراس کتاب کو دس ابواب میں تقسیم کیا ہے حتی المقدور کوشش کی گئی ہے کہ براہِ راست بنیادی ماخذ کی روشنی میں حقائق پیش کیے جائیں۔پہلے باب میں مستشرقین کی تحقیقات کا فکری، سیاسی اور مذہبی پس منظر، اسلام کے بارے میں ان کی تحقیقات کی نوعیت، ان کے ماخذ تحقیق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔دوسرے باب میں اس پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مستشرقین قرآن مجید کو اللہ کا کلام تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔نہ صرف وحی کو فوری طور پر لکھوانے کا اہتمام تھا بلکہ نزولِ وحی کے ساتھ ہی آیات کی ترتیب بھی متعین کر دی گئی تھی،اس موضوع پر تفصیلات تیسرے باب میں موجود ہیں اور اس میں عقلی، نقلی اور واقعاتی شواہد پیش کیے گئے ہیں۔چوتھے باب میں یہ تمام تفصیلات بیان کی گئی ہیں کہ عہدِ خلافت اول میں ایک متفقہ نسخہ کس احتیاط اور اہتمام سے تیار کیا گیا۔اور پانچویں باب میں عہدِ خلافت سوم میں جمع قرآن کی کارروائی پورے سیاق و سباق کے ساتھ واضح کر دی گئی ہے۔چھٹے باب میں ترتیبِ قرآن سے متعلق تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ساتویں باب میں نسخ فی القرآن کے موضوع پر بات کی گئی ہے۔آٹھویں باب میں سبعہ احرف اور اختلافِ قرأت کا موضوع زیر بحث آیا ہے۔نویں باب میں اختلافِ مصاحف کے عنوان کے تحت، مستشرقین کے پیدا کردہ ان اشکالات کا ازالہ کیا گیا ہے جو اس پہلو کو بنیاد بنا کر پیش کیے گئے ہیں۔اور دسواں باب صحت قرآن پر متشرقین کے متفرق اعتراضات سے متعلق ہے۔دفاعِ قرآن مجید کے سلسلے میں یہ اہم کتاب ہے۔جو ہر کتب خانے میں موجود ہونی چاہیے۔

قرآن

تمام آسمانی مذاہب جو اسلام سے پہلے موجود تھے ان میں ایک نبی اور رہنما مقرر ہوتے تھے، اور ان انبیاء کے پاس اپنے زمانے کے مطابق معجزات تھے، جیسے کہ حضرت ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے معجزات۔ البتہ ان کے معجزات اپنے وقت کے ساتھ مخصوص تھے۔ تاہم دین اسلام جس کا آغاز پیغمبر ﷺ کے مبعوث ہونے سے ہوا، آپ ﷺ کا ایک الگ معجزہ تھا، ایک ابدی اور مستحکم معجزہ، جس کا معجزہ اسلام کے آغاز سے ہی محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا، اور یہ قرآن ایک ابدی کتاب ہے قرآن پاک آخری آسمانی نعمت ہے جو آخری نبی محمد ﷺ پر نازل ہوئی اور دنیا کو روشنی اور کمال کی طرف رہنمائی کی۔ قرآن صرف ایک کتاب نہیں ہے بلکہ خدا کا ایک عظیم معجزہ ہے آج تک قرآن کے معجزات کی جہتوں کو جامع طور پر جانچنے کا دعویٰ کوئی نہیں کر سکتا، کیونکہ قرآن کے بہت سے اسرار اور عجائبات ابھی تک ہم سے پوشیدہ ہیں، شاید یہ کہا جا سکتا ہے کہ معجزات کے تمام پہلوؤں کو شمار کرتے ہوئے قرآن کا اور ان کو درست طریقے سے پہچاننا بذات خود ایک اور معجزہ ہے۔

فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے قرآن ایک ایسا ادبی معجزہ ہے کہ کوئی شعر یا خطبہ یا عربی الفاظ اس کی بنیاد کو نہیں پہنچے۔ انسانی کتابوں میں اختلاف اور تصادم کا ظہور ناگزیر ہے، لیکن قرآن کریم میں اس طرح کوئی اختلاف اور تضاد نہیں ہے کہ چودہ صدیوں کے بعد کوئی ایک مقدمہ بھی پیش نہیں کر سکا

قرآن کریم کے معجزات مختلف میدانوں میں ثابت ہیں۔ الفاظ میں معجزات، مواد، تصورات میں عدم تضاد، پیشین گوئیوں، غیب اور چیلنج کرنے والی خبریں وغیرہ ، جس میں تمام فلسفیانہ، اخلاقی، مذہبی، سیاسی، سماجی قوانین اور ہر وہ چیز موجود ہے جو انسان کو نیکی اور کمال حاصل کرنے کے لیے درکار ہے۔

یہ دراصل قرآن کے سائنسی معجزے کے شعبوں میں سے ایک ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل مغرب نے قرآن سے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے کیونکہ ان کا ماننا ہے کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس میں بہت سے علوم ہیں۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی صداقت کی عظیم نشانیوں میں سے ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے عروج کے آغاز سے ہی قرآن کا معجزہ مسلمانوں اور مخالفین کی خصوصی توجہ کا مرکز تھا۔ قرآن کریم کی عظمت ایسی ہے کہ اس نے بہت سے مستشرقین کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی ہے۔

۱۔ مستشرقین کون ہیں؟

مستشرقین بنیادی طور پر وہ مغربی مفکرین ہیں جنہوں نے مشرق میں مختلف مسائل کا مطالعہ کیا ہے یا اس تعریف کہ مطابق یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے کہ

> " مستشرقین سے مراد وہ غیر مسلم دانشور حضرات ہیں جو چاہے مشرق سے تعلق رکھنے والے ہوں یا مغرب سے کہ جن کا مقصد مسلمانوں کے علوم وفنون حاصل کر کے ان پر قبضہ کرنا اور اسلام پر اعتراضات کرنا ہے اور مسلمانوں کے ہاتھوں صلیبی جنگوں میں ذلت آمیز شکست کا بدلہ لینا ہے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے قرآن وحدیث، سیرت اور اسلامی تاریخ کو بطور خاص اپنا ہدف بنایا ہے وہ انہیں مشکوک بنانے کے لیے مختلف ہتھکنڈوں کو استعمال کرتے ہیں۔"[1]

مستشرقین نے اپنے خاص اہداف اور اغراض ومقاصد کو مد نظر رکھ کر قرآن، حدیث اور سیرت النبی ﷺ کے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا تو مستشرقین کی غلط فہمیوں، بد گمانیوں اور انکے شکوک وشبہات کے ردّ میں علماء اسلام نے بھی ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔

۲۔ مستشرقین کا قرآن سے کیا تعلق ہے؟

قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کا دوسری کتابوں سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن ایک آسمانی اور الہامی کتاب ہے اور یہ مختلف طریقوں اور جہتوں میں ایک معجزہ ہے۔ بہر حال یہ عظیم کتاب ہمیشہ مستشرقین کے بہت سے حملوں کا نشانہ بنتی رہی ہے، لیکن بہت سے مستشرقین اور مغربی سچائی کے متلاشی محققین نے قرآن کی لا محدود عظمت، حیرت، دلکشی اور ساخت کے سامنے سر جھکا دیا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ہے اور مختلف شعبوں میں اس کے معجزات کا اعتراف کیا ہے مثلاً اظہاری معجزات، سائنسی معجزات، علمی معجزات وغیرہ۔

۳۔ قرآن، مستشرقین اور مغرب کا آپسی کیا ربط ہے؟

مستشرقین اہل اسلام کو تجدد و مغربیت اور اصلاحِ مذہب کی دعوت دیتے اور انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی فلاح وترقی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ وہ جدید مغربی تہذیب اپنائیں اور

[1] اختر، حافظ محمود، حفاظت قرآن مجید اور مستشرقین، (لاہور: دار النوادر، ۱۲ نومبر ۲۰۲۰ء)، ص ۲۷۔

اپنے مذہب کو نئے حالات کے مطابق ڈھالیں۔ان کے نزدیک مسلم معاشروں میں اٹھنے والی ایسی تحریکیں اور اشخاص حوصلہ افزائی اور تعریف وستائش کے مستحق ہیں جو اسلام کو دورِ جدید کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مستشرقین کو اپنی متذکرہ صدر مساعی سے جو مقاصد مطلوب تھے،ان میں وہ خاصی حد تک کامیاب رہے۔عالم اسلام میں اصلاح وترقی کے نام پر تجدد و مغربیت کے جتنے علمبردار پیدا ہوئے،ان کے افکار و نظریات پر استشراقی چھاپ واضح دکھائی دیتی ہے۔ مسلم دنیا میں اہل اقتدار اور طبقہ امرا کے علاوہ مسلم سکالرز اور دانشوروں کی بھی ایک بڑی تعداد مستشرقین سے متاثر ہے۔

۴۔ مستشرقین کے اغراض ومقاصد کیا ہیں؟

مستشرقین کی کوششیں کئی نوعیت کی ہیں۔ کبھی وہ اسلام سے متعلق ایسا مواد فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اہل اسلام میں روایتی اسلامی عقائد وتصورات سے متعلق شکوک وشبہات اور بیزاری و نفرت پیدا کرے، کبھی وہ تجدد کی طرف بلاتے اور جدید تصورات و نظریات اپنانے کو مسلمانوں کی ترقی وکامیابی کا ذریعہ قرار دیتے ہیں اور کبھی اسلامی تہذیب وتاریخ کی تحقیر کرتے ہیں۔اسلامی تاریخ و تہذیب سے متعلق استشراقی تحریروں کے مبنی بر تعصب وعناد ہونے کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود بہت سے مغربی زعماء اور اہل قلم نے اس ضمن میں استشراقی تحرورں کو مسلمانوں کیخلاف صلیبی جنگوں کے تسلل کا نام دیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو

"مستشرقین اسلامی تاریخ و تہذیب سے متعلق متعصبانہ انداز نظر اختیار کرتے ہوئے ان کے بارے میں بدگمانیاں پیدا کرتے اور ان کی تحقیر کرتے ہیں۔"[1]

وہ اسلامی تاریخی واقعات کی خلافِ حقیقت توجیہات پیش کرکے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کا ظہور وفروغ عالمِ انسانیت اور بالخصوص عیسائیت کے لیے فالِ بد ثابت ہوا۔اسلام شروع ہی سے یہودیوں اور عیسائیوں کا دشمن بن گیا اور مسلمانوں نے ہمیشہ جارحیت کا ارتکاب کیا۔ مثلاً

[1]۔ السباعی، محمد مصطفیٰ،السنۃ ومکانتہا فیالتشریع الاسلامی، (قاہرہ: مکتبہ دارلعروبہ شارع الجمہوریہ،۱۹۶۱ء)، ص ۳۲۔

"Thomas Wright ابرہہ کے حملے کے دو ماہ بعد حضورؐ کی پیدائش کو
عیسائیوں کے لیے بدترین آفت قرار دیتے ہوئے آپؐ کو مسیحیوں کا سب سے بڑا
دشمن گردانتا ہے۔"[1]

تاریخ اسلام کے مشہور اور ممتاز مستشرقین میں سے ایک "فلپ ہیٹ" نامی ایک شخص ہے، جس نے "تاریخ عرب" (عربی میں) نامی کتاب لکھی اور اس کتاب میں اپنی اسلام سے دشمنی کو ظاہر کیا لیکن اس کے باوجود وہ قرآن کے معجزہ کو بھی قبول کرتا تھا۔

"فلیپ الزام لگاتا ہے کہ حضورؐ نے موتہ کی جنگ شروع کر کے اسلام اور عیسائیت میں طویل جنگ کی بنیاد رکھی۔"[2]

"اسلامی تہذیب کی قدر و منزلت کو گھٹانے اور اس کی تحقیر کرنے اور عرب مسلمانوں کے تمدنی محاسن کے استخفاف کی خاطر مستشرقین اپنے طلبہ کو تربیت دیتے ہیں کہ وہ تہذیبی و ثقافتی مظاہر کو عربی الاصل ثابت کرنے کی بجائے لاطینی الاصل ثابت کریں تاکہ علم و فکر کے رشتے اور عقیدت و محبت کے جذبات مسلمانوں سے کٹ کر قدیم لاطینی اور یونانی اقوام کے ساتھ منسلک ہو جائیں۔"[3]

وہ اسلامی تہذیب اپنانے والوں کو تو رجعت پسندی اور دقیانوسیت کے طعنے دیتے ہیں، لیکن اس کے بر عکس اسلامی تہذیب سے قدیم تر تہاذیب، جو زندگی کی صلاحیت اور ہر طرح کی افادیت سے محروم اور سینکڑوں ہزاروں برس سے ماضی کے ملبے تلے دبی ہیں، کے احیا کی دعوت دیتے ہیں۔

"وہ مسلمانوں کو قرآن اور اسلامی علمی ذخیرے سے لا تعلق بنانے کے لیے نئے زمانے کے تقاضوں کا واسطہ دے کر قرآنی عربی زبان اور عربی رسم الخط کی بجائے مقامی زبانوں اور لاطینی رسم الخط اپنانے پر مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"[4]

۱۔ Wright, Thomas, "Early Christianity in Arabia", London, 1855, p, 152.

۲۔ Hitti, P. K. "History of the Arabs", London, Macmillan, 1968, p.147.

۳۔ حامدی، خلیل احمد (مرتب)، نظام اسلام مشاہیر اسلام کی نظر میں، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۶۳ء)، ص ۵۲۔۴۵۔

۴۔ ابو الحسن علی ندوی، مولانا، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۱ء،)ص ۶۲۵-۶۲۶۔

مستشرقین کا سب سے اہم ہتھیار جس سے انھوں نے مسلمانوں کو متاثر کرنا چاہا اس کا تعلق قرآن و سیرۃ سے ہے، ان کی تحقیقات کا مقصد قرآن و سیرت طیبہ ﷺ کی اصلی روح مجروح کرنا، واضح صداقتوں کا انکار کرنا اور سیرت نگاری کرتے ہوئے غلط فہمیوں کو جگہ دینا اور لوگوں کو حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے بارے میں غلط تاثر پھیلانا۔ سیرت کے کسی موضوع پر لکھنے سے پہلے اس کے متعلق ایک موقف قائم کر لیتے ہیں پھر اس کے لیے وہ کمزور سے کمزور روایات ڈھونڈتے اور ان سے غلط استدلال اور معنی اخذ کرتے ہیں۔ مثلاً بشار بن بود، ابونواس جیسے مشاہیر فُسانی اور زناوقہ کی تحریریں "کتاب الاغانی"، "کتاب اخوان الصفا"، ابو نعیم کی "کتاب الفتن" اور اس قسم کی دوسری کتابوں سے مواد لیتے ہیں۔ بعض بالکلیہ جعلی کتابیں جو کسی قدیم مصنف کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن ابن داود کی طرف منسوب کتاب "المصحف"، زبیر بن بکار کی طرف منسوب "کتاب نسب قریش"، بو علی سینا کی طرف منسوب "رسالہ حشر الاجسار" وغیرہ ان کے مقاصد کے لیے بڑی کار آمد ثابت ہوتی ہیں۔ ان کے ہر کارنامے کے پیچھے کچھ زہریلے جراثیم چھپے ہوتے ہیں، جو اسلامی تاریخ کو کھاتے چلے جاتے ہیں اور دین کے روشن حقائق کو بھیانک بنا دیتے ہیں۔

۵۔ کیا مستشرقین کی اقسام بھی ہیں؟

مستشرقین کی اقسام

مستشرقین کا رویہ ہر زمانے میں یکساں نہیں رہا۔ اس لیے ان کے ہاں علم، تجربہ، انداز استدلال، مذہبی حیثیت اور وابستگی وانسلاک کے مختلف نمونے نظر آتے ہیں اور اسی لحاظ سے ان کے فکر و فن اور تحقیق و تالیف کا معیار بھی جدا جدا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مستشرقین نے کئی مفید کام بھی کیے ہیں، جس پر ان کی تعریف کی جانی چاہیے۔ دوسری طرف مستشرقین میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو بنی نوع انسان کے لیے فکری بے اعتدالی، نظریاتی بے راہروی اور تہذیبوں کی تباہی کا باعث بنے ہیں۔ یہ لوگ قابل مذمت ہیں۔ جو غیر جانبدار ہیں وہ حقوق کی تلاش میں تحقیق میں مصروف تھے۔ ان لوگوں کے پاس کسی بھی تنظیم کا کوئی سرکاری مشن نہیں ہے اور وہ خود اس کام میں داخل ہوئے ہیں اور خود ہی سر گرم ہیں۔ یقیناً، وہ مختلف نتائج تک پہنچے ہیں۔ ان میں سے کچھ اس

وقت جلدی سے مسلمان ہو گئے جب وہ قرآن اور اسلام سے آشنا ہو گئے اور اسلام کی حقیقت اور قرآن کی بائبل پر برتری کو محسوس کر لیا۔ایسے لوگوں کی تعداد کم نہیں۔

"جناب خروش اصفہانی کی کتاب میں دو ہزار مغربی سائنسدانوں کے نام مذکور ہیں جو مسلمان ہوئے۔ انہوں نے بیس سال کے دوران ان ناموں کو جمع کر کے شائع کیا۔ دوسری طرف، مسٹر "ہنری کاربن" جیسے لوگ اگرچہ اسلام قبول کرنے والوں میں سے نہیں تھے، لیکن ان کا نقطہ نظران کے حق کے متلاشی محرکات اور اسلام کی طرف ان کے زبردست جھکاؤ کی علامت ہے۔کچھ لوگ مسلمان ہوئے اور کچھ کو اسلام اور قرآن کے محافظوں کی جماعت میں رکھا گیا۔مثال کے طور پر ان غیر مسلم سائنسدانوں اور مستشرقین میں سے ایک Izutsu نے قرآن کا مطالعہ کیا اور قرآن، ثقافت اور قرآن کی تعلیمات کے دفاع میں کتابیں لکھیں۔ان میں سے ایک کتاب ''قرآن میں خدا اورانسان'' ہے۔جس نے واقعی ایک مسلمان عالم کی طرح لکھا۔

مغربی دنیا چاہے گی کہ ہم تمام مستشرقین کو غیر جانبدار گروہ سے مانیں لیکن حقیقت کچھ اور ہے۔ میں دو واقعات کا حوالہ دوں گا: ایک ابراہم ہینکل مین، ہیمبرگ، جرمنی کے عظیم راہب ہیں، جن کا انتقال ۱۶۹۲ میں ہوا۔انہوں نے قرآن مجید کا ایک اہم ترجمہ لکھا۔جب اس کا ترجمہ شائع ہوا تو دوسرے پادریوں نے اس پر اعتراض کیا کہ تم نے یورپ میں قرآن کا کلچر کیوں پھیلایا ہے؟!اس وجہ سے انہیں اپنے ترجمے کے تعارف میں یہ بتانا پڑا کہ اس کتاب کی اشاعت عربی زبان اور قرآن کے مطالعہ کے مطابق ہے۔ "[1]

مستشرقین کے کام کی نوعیت و حیثیت جاننے کے لیے ان کو کئی اقسام اور طبقات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

معتدل مزاج مستشرقین

یہ مستشرقین کا وہ گروہ ہے جو مسلمان نہ تھے اس لیے ان کا آبائی ادیان کے زیر اثر ہونا فطری بات تھی اس لیے ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اسلام کو بالکل اسی نظر سے دیکھیں جس سے مسلمان

[1] جیلانی، عبد القادر، آصف اکبر صاحب (مرتب)، اسلام، پیغمبرِ اسلام اور مستشرقینِ مغرب کا اندازِ فکر، (لاہور: بیت الحکمت، ۲۸اپریل ۲۰۱۵ء)، ص۱۵

دیکھتے ہیں۔اس طبقے کی تحریروں میں بس شمار غلطیوں تو ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ اسلام، حضرت محمد ﷺ اور اسلامی تعلیمات کو زبردست خراج تحسین بھی پیش کرتے ہیں۔ان میں چند مستشرقین کاسن دی پرسیول، رحرڈ سائمن، گاڈ فرلے ہگنز، یوہان جے ریسکے، مائیکل ایچ ہارٹ، نیان، ول ڈیورنٹ، کانسٹنٹ ورجل جیور جیواور کیرن آرم سٹرانگ ہیں۔

متعصب مستشرقین

اس طبقے میں ان مستشرقین کو رکھا جاتا ہے جن کا مقصد بے لاگ اور غیر جانبدارنہ علمی تحقیق کے لبادے میں اسلام کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کرتے رہے ہیں یا کرتے ہیں۔اس طبقے میں مزید تقسیم کی جاسکتی ہے کیونکہ کے وقت کے ساتھ ساتھ ان کے انداز میں تبدیلی آتی رہی ہے۔ان میں چند مشہور افراد کیمون، جین برڈ، ہمفرس پرائی ڈیکس، سر ویلم میور، جارج سیل، گولڈزیہر ہیں۔

پیشہ ور مستشرقین

وہ مستشرقین جن کو جامعات، تحقیقی اداروں، مجلات، اخبارات، ٹیلی ویژن وغیرہ میں "اس کام" کے لیے بھرتی کیا جاتا ہے۔ان کا کام اکثر سیاسی و مذہبی تعصب پر مبنی ہوتا ہے۔اس کی مثال برطانوی ہند میں انگریز عہدہ داروں کا کام ہے اسی طرح اکیسویں صدی مین اسلاموفوبیا پیدا کرنے میں بھی ایسے لوگ شامل ہیں۔

ملحد مستشرقین

قرون وسطی میں جب یورپ میں مذہب اور سائنس کے درمیان میں جنگ جاری تھی، تب جو لوگ ملحد ہوئے۔انھوں نے مذہب کے خلاف لکھنے کے لیے اسلام کو بطور رمز استعمال کیا، کیوں کہ پوپ کی طرف سے مسیحیت پر زبان درازی کرنے پر کڑی سزاہیں دی جاتی تھیں۔اس کی ایک بہت بڑی مثال والٹیئر ہے۔ جس نے رسول خدا محمد مصطفی ﷺ پر ایک ڈراما (Le Famatisme on Mohammaticv Prophete) لکھا، جس کا انتساب پوپ کے نام کیا، اس طرح اس نے پوپ کو بھی خوش رکھااور مذہب پر بھی حملہ کیا۔

عربی زبان سے نابلد مستشرقین

کچھ ایسے مستشرقین بھی گذرے ہیں جو عربی زبان سے واقف نہیں تھے لیکن پھر بھی انہوں نے اسلام کے بارے میں لکھا۔ان لوگوں نے اپنے سے پہلے مستشرقین کے کام کو ہی استعمال کیااور وہی

غلطیاں دوہرائیں۔اس میں ایڈورڈ گبن کا نام سب سے نمایاں ہے، جس نے اپنی کتاب تاریخ زوال رومہ کے پچاسویں باب میں اسلام و پیغمبر اسلام کے بارے بہت ہی نامناسب زبان استعمال کی۔

انتہائی دقت نظر سے اسلام کا مطالعہ کرنے والے مستشرقین

بہت کم مستشرقین گذرے ہیں جنہون نے اسلام کا گہرا مطالعہ کیا اور اس کی بنیاد پر اپنی تحقیقات پیش کیں، مگر ان میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو "پیشہ ور مستشرقین" میں آتے ہیں۔ایسے مستشرقین میں گولڈزیہر، سر ولیم میور، ارٹر جیفری، مار گولیتھ، جارج سیل شامل ہیں۔

قرآن، مستشرقین اور مغرب

استشراق کی لغوی تحقیق

استشراق عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کا مادہ [شرق] باب نصر ینصر سے ہے جس کا مطلب ہے روشنی اور چمک۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ شرقت الشمس اَی طلعت۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ارشاد باری تعالی ہے۔

"وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا- "[1]

عربی میں کہا جاتا ہے:

" أ شرق وجه الرجل أى أضاء و تلألأ حسنا-"[2]

اس کو مجازا سورج کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

اسی سے اسم ظرف کا صیغہ [مشرق] ہے بمعنی سورج طلوع ہونے کی جگہ۔اور اگر یہ لفظ [الشرق] بکسر الشین مستعمل ہو تو اس کا مطلب ہو گا:

الضوء الذى يدخل من شق الباب- "[3]

لفظ [شرق] کو جب باب استفعال سے استعمال کیا جائے تو اس کا مصدر [استشراق] آتا ہے۔اور باب استفعال کی وجہ سے اس کے معنی میں طلب کا معنی پیدا ہو جاتا ہے تو گویا [استشراق] سے مراد مشرق

---

[1]۔ القرآن: الزمر/٦٩۔

[2]۔ الصحاح تاج اللغة ، الجوہری الفارابی ، ابو نصر اسمٰعیل بن حماد، (بیروت: دار العلم للملایین، ١٤٠٧ھ-١٩٨٧م)، ج ٤، ص ١٥٠١۔

[3]۔ تہذیب اللغة، ابو منصور محمد بن احمد الازہری، الہروی، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ٢٠٠١م)، ج ٨، ص ٢٥٣۔

کو طلب کرنا ہے۔اور اس سے اسم فاعل [مستشرق] بکسر الراء بمعنی مشرق کو طلب کرنے والا آتا ہے۔

استشراق کی اصطلاحی تعریف

محققین استشراق کی اصطلاحی تعریف کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ذیل میں چند تعریفات ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔عمر فروخ (متوفی: ۱۹۸۷م،۱۴۰۸ھ) کہتے ہیں کہا

"لمراد بالمستشرق هو شخص غربي غير مسلم (من أوربا و أمريكه) يدرس اللغة العربية و بعض وجوه الثقافة الإسلامية-"[1]

مستشرق سے مراد اہل مغرب کا وہ شخص جو کہ عربی اور اسلامی ثقافت اور علوم کو سیکھے۔

۲۔صاحب منجد نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔

"هو العالم باللغات و الأداب و العلوم الشرقية ـ"[2]

مشرقی علوم،آداب اور لغات کے عالم کو مستشرق کہا جاتا ہے۔

علی بن ابراہیم النملہ کہتے ہیں کہ :

"مستشرقین سے مراد وہ غیر مسلم دانشور ہیں جو کہ مسلمانوں کے اعتقادات اور آداب ورسم ورواج کے بارے میں تحقیق کریں ـ"[3]

ان تمام تعریفوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشرقی علوم وثقافت اور ادب کے مطالعہ کا نام استشراق ہے۔ اور بظاہر مستشرقین اور اہل مغرب اس سے مشرقی علوم کا مطالعہ اور تحقیق ہی مراد لیتے ہیں۔

---

[1]۔ مصادر الاِستشراق والمستشرقین ومصدریتہم, علی بن إبراہیم النملۃ, (بیسان للنشر والتوزیع دار الأعلام ۱۴۳۲ھ. ۲۰۱۱م), ص۱٦

[2]۔ المنجد فی اللغۃ, لویس معلوف, مادۃ.

[3]۔ مصادر الاِستشراق والمستشرقین ومصدریتہم, ص۱۵-۲۵.

لفظ مستشرق کی ابتدا

"آرتھر جان آربری Arberry Arthur John (متوفی ۱۹۶۹ء) کے مطابق ۱۶۳۰ء میں پہلی دفعہ لفظ 'مستشرق' یونانی یا عیسائی کلیسا کے ایک پادری کے لیے استعمال ہوا۔ میکسیما ہوداسن Maxime Rodinson (متوفی ۲۰۰۴ء) کے مطابق یہ لفظ ۱۷۹۹ء میں فرنچ اور ۱۸۳۸ء میں انگریزی زبان میں پہلی بار استعمال ہوا۔ ڈاکٹر عمر بن ابراہیم رضوان کا کہنا ہے کہ انگریزی زبان میں 'Orientalist' کے لفظ کا پہلی دفعہ استعمال ۱۷۷۹ء میں ہوا۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ ۱۶۹۱ء میں 'صموئیل کلاک Samuel Clarke' (متوفی ۱۷۲۹ء) نے 'انتھونی وڈ Anthony Wood' (متوفی ۱۶۴۳ء) کو 'استشراقی' کا نام دیا۔"[1]

عصر حاضر میں مستشرق کی متبادل اصطلاحات

بیسویں صدی عیسوی کے نصف ثانی میں عالم اسلام میں تحریک استشراق اور مستشرقین کی جو خبر لی گئی ہے، اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اب مستشرقین اپنے لیے 'مستشرق' یا 'Orientalist' کا لفظ پسند نہیں کرتے ہیں۔

۱۹۷۳ء میں پیرس میں مستشرقین کی ایک عالمی کانفرنس بعنوان "المؤتمرات العالمیۃ للدراسات الآسیویۃ والشمال أفریقیا" منعقد ہوئی جس میں اس اصطلاح کو ترک کرنے کا اتفاقی فیصلہ صادر ہوا۔ اور آئندہ کے لیے مستعربون (Arabists) یا اسلامیون (Islamists) یا باحثون فی العلوم الانسانیۃ (Humanists) یا ماہرین مطالعہ ممالک (Area Studies Experts) وغیرہ جیسی اصطلاحات استعمال کرنے پر اتفاق ہوا۔[2]

---

[1] قاسمی، محمد شکیب، دوسرا محاضرہ علمیہ بر موضوع قرآن اور مستشرقین، (انڈیا: حجۃ الاسلام اکیڈمی دارالعلوم وقف دیوبند،)، ص ۸۰۔

[2] ایضاً، ص ۱۱۴۔

تحریک استشراق کا تاریخی پس منظر

استشراق کی ابتداء کے بارے میں یقینی اور قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا تاہم آسانی کے لئے اس کو چار ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ پہلا دور ساتویں صدی عیسوی سے لے کر چودھویں صدی عیسوی تک۔

۲۔ دوسرا دور پندرھویں صدی عیسوی کی ابتداء سے اٹھارویں صدی کے اختتام تک۔

۳۔ تیسرا دور انیسویں صدی کی ابتداء سے ۱۹۲۵ء تک۔

۴۔ چوتھا دور ۱۹۲۶ء سے آج تک۔

دراصل استشراق مغربی استعمار کی گود میں پلا بڑھا اور مغربی تعلیمی اداروں نے اسے ایک تحریک بنا دیا استشراق کی تاریخ بہت پرانی ہے تحریک 'استشراق' کا نقطہ آغاز کیا ہے، اس بارے مسلمان اہل علم کا اختلاف ہے اور اس بارے میں مختلف آراء موجود ہیں۔ بعض اہل علم نے تحریک 'استشراق' کے آغاز کے بارے میں اس اختلاف کو اختلافِ تنوع قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ مختلف اہل علم نے متفرق ممالک کے اعتبار سے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اور مختلف علاقوں کے اعتبار سے مشرقی علوم و فنون اور تہذیب و ثقافت کی طرف رغبت و میلان کی تاریخ اور وجوہات میں فرق ممکن ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ استشراق کا آغاز ۸ ہجری میں غزوۂ موتہ سے ہوا ہے جب مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین پہلی باقاعدہ جنگ لڑی گئی۔ بعض دوسرے علماء کی رائے میں ' استشراق' کا باقاعدہ آغاز آٹھویں صدی عیسوی میں اندلس کی فتح کے بعد ہوا جب یورپ سے نوجوان اندلس کی اسلامی سلطنت کی معروف جامعات میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آنا شروع ہوئے۔ تحریک ' استشراق' کا آغاز ان یورپین راہبوں سے ہوا جنہوں نے مشرقی علوم و فنون کے حصول کی خاطر اندلس کا سفر کیا۔ بعض اہل علم نے صلیبی جنگوں کو تحریک 'استشراق' کا نقطہ آغاز قرار دیا ہے جبکہ مسیحی دنیا نے بیت المقدس میں مسلمانوں کو شکست دینے کے لیے ان کے علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کی طرف توجہ دی۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ استشراق کسی بھی اعتبار سے کوئی علمی تحریک نہیں ہے، بلکہ یہ اسلام کے بارے میں ایک طے شدہ آئیڈیالوجی ہے، جس کی ترویج مقصود ہے، چاہے وہ حقائق پر مبنی ہو یا جھوٹ پر۔ اسی ضمن میں انیسویں صدی کے اخیر میں مستشرقین کی پہلی کانفرنس پیرس میں ۱۸۷۳ء میں منعقد ہوئی اور یہی اس کا نقطہ آغاز ہے۔

مثلاًفرانس میں بارہویں صدی عیسوی میں ہی عربی زبان و ثقافت کی طرف رجحان پیدا ہو گیا تھا۔ امریکی استشراق کے ڈانڈے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی مشنری عیسائی تحریکوں 'تحریک تنصیر' (Missionary Movement) اور 'تحریک تبشیر' (Evangelization) سے جا ملتے ہیں۔ شروع میں امریکی استشراق کے بنیادی مقاصد مشنری تحریک کے تابع تھے جبکہ بعد ازاں مسلم دنیا میں امریکی اثر و نفوذ کے سیاسی ہدف کی تکمیل اس تحریک کا اولین مقصود ٹھہری۔ مشرقی علوم کا آغاز عام معنوں میں مغربیوں کے درمیان چھ صدی قبل مسیح سے ہے۔ لیکن خاص طور پر مغربیوں، عیسائیوں اور یہودیوں کی طرف سے قرآن کا مطالعہ جو کہ روشن خیالی کا ایک شعبہ ہے، ہجری کے پہلے سالوں سے شروع ہوا۔ شاید اس وقت خصوصی کام نہیں کیا گیا تھا، اس لیے ان کے کام کا باضابطہ آغاز ۱۲ ویں صدی عیسوی ہے۔ اس وقت کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ پہلی بار کیتھولک چرچ کے اعلیٰ پادری نے قرآن پاک کا لاطینی زبان میں ۱۱۴۳ء میں ترجمہ کیا ااور چرچ کی طرف سے اس پر تنقید کی گئی۔ سب سے پہلی بار ۱۴۹۹ عیسوی (۱۵ ویں صدی کے آخر) میں چھاپا کیا گیا تھا، یعنی پانچ سو سال پہلے، اور پہلی چھپائی بینڈیکیا (اٹلی کے شہر وینس، جو کیتھولک کا مرکز ہے) میں کی گئی تھی۔ اس کی کاپی چھپنے کے فوراً بعد چرچ نے جمع کر لی۔ ان کا موقف تھا کہ قرآن کی اشاعت کا ان پر منفی اثر پڑے گا۔ جمع کرنے کے بعد، انہوں نے سب کچھ جلا دیا۔ کچھ عرصے کے لیے قرآن کی طباعت اور اشاعت پر پابندی لگا دی گئی۔ ۱۵۱۸ء میں، یعنی اس واقعہ کے تقریباً انیس سال بعد، چرچ کے رہنماؤں کے درمیان پھر سے بحث شروع ہوئی اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ قرآن کی طباعت، ترجمے کے ساتھ، کلیسا استعمال کر سکتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ دوبارہ بینڈیکیا میں چھپی اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ بد قسمتی سے یہ آسمانی کتاب اسلامی دنیا میں ۱۸۰۰ء تک شائع نہیں ہوئی! قرآن پہلی بار ۱۸۰۳ ء میں غزن (روس کے مذہبی مراکز میں سے ایک) میں چھپا۔ اس کے بعد کلکتہ، قاہرہ، ممبئی، استنبول اور پھر ایران میں (تبریز اور پھر تہران میں) کیا گیا۔ اس حساب سے اسلامی ممالک نے یہ کام مغربیوں کے تین سو سال بعد کیا۔

"اس پادری کو "پٹر وینلر ابل" کہا جاتا ہے جس کا مطلب ہے "بطرس المجل" کا اعلیٰ پادری۔ اس نے اندلس آکر قرآنی تحقیق کی پہلی چنگاری ماری۔ دو دیگر

> پادریوں کی مدد اور مسلمانوں میں سے ایک کی مدد سے وہ قرآن کا لاطینی زبان میں ترجمہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ یہ ترجمہ چار سو سال تک چرچ کے خفیہ خزانے میں تھا اور صرف چرچ کے ارکان ہی اس کا حوالہ دیتے تھے۔ وہ تنقید کرتے تھے اور مشنریوں کی تربیت کرتے تھے تاکہ مسائل سیکھیں اور اسلامی ممالک میں جائیں۔"[1]

یہ قرآن کے مطالعہ کا آغاز ہے۔ لیکن مغرب والوں کے قرآن کے مطالعہ کے حوالے سے تحقیق کے مطابق عیسائی اور یہودی مستشرقین اور علما نے قرآن کے مطالعہ کے آٹھ شعبوں میں کام کیا اور سرگرم عمل تھے۔ وہ اب کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے کام کے شعبوں کی فہرست درج ذیل ہے:

۱- یورپی زبانوں میں قرآن کا ترجمہ

قرآن کا پہلا ترجمہ سرکاری طور پر بارہویں صدی میں شروع ہوا۔ آج لاطینی اور دیگر یورپی زبانوں میں قرآن مجید کے کئی تراجم موجود ہیں اب تک مستشرقین کی طرف سے عیسائیوں اور یہودیوں کے استعمال کے لیے قرآن کے سو سے زائد تراجم مختلف زبانوں میں تیار کیے جا چکے ہیں۔

> "چند دہائیوں پہلے کی مردم شماری کے مطابق؛ جرمن کے ۱۴ تراجم، انگریزی کے ۱۰ تراجم، اطالوی ۱۰ تراجم، روسی ۱۰ تراجم، فرانسیسی ۹ تراجم، ہسپانوی ۹ تراجم، لاطینی ۷ اور ڈچ ۶ تراجم فراہم کیے گئے ہیں۔ ان زبانوں کے علاوہ دنیا کی تیس بڑی زبانوں میں قرآن کا ترجمہ غیر مسلموں نے کیا ہے اور موجودہ اعداد و شمار ان سے کہیں زیادہ ہیں۔"[2]

۲- قرآن پاک کی طباعت

قرآن مجید کو دنیا میں پہلی بار چرچ کی مشینوں کے ذریعے پرنٹ کیا گیا ۱۴۹۹ عیسوی (۱۵ویں صدی کے آخر) میں ، یعنی پانچ سو سال پہلے۔ اس سے پہلے مسلمانوں میں قرآن کی تخلیق کا کام کاتبوں کے

[1]۔ کریمی، محمد جرجیس، قرآن مجید اور مستشرقین غلط فہمیوں کا جائزہ، (لاہور: ملک اینڈ کمپنی، ۱۰ دسمبر ۲۰۲۰ء)، ص ۲۷۔
[2]۔ زمانی، محمد حسن، آشنائی با استشراق و اسلام شناسی غربیان، (قم: انتشارات بین المللی المصطفیٰ، ۱۳۸۸)، ص ۳۲۔

ذریعے کیا جاتا تھا۔ قرآن پاک کی طباعت کا یہ سلسلہ اسلام کے پھلنے پھولنے کا باعث بنا بالفاظ دیگر اسلام کی ترقی قرآن کی نقل کرنے کی برکت سے ہوئی ہے۔

۳۔قرآن کی زبانی لغت

بد قسمتی سے قرآن کے لیے لغت نگاری کے موجد مستشرقین تھے۔ماضی میں جب بھی تلامیذ نے قرآن کے کسی ایک موضوع پر غور کرنا چاہا تو انہیں پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ پورے قرآن کو پلٹنا ایک مشکل کام تھا۔ مثال کے طور پر انہیں "صبر" کے بارے میں آیات کو جمع کر کے پیش کرنا چاہیے تھا۔ یہ ان کے لیے مشکل تھا۔

اس طرح کی تحقیق کے لیے ضروری تھا کہ قرآن میں صبر کے لفظ کو تلاش کیا جائے اور اس کے مشتقات کو یکجا کیا جائے تاکہ قرآن میں صبر کے تصور کو پوری طرح سے سمجھا جا سکے۔ ہمارے ہاں ماضی میں ایسی کوئی تحقیق نہیں ہوئی اور نہ ہی ہمارے پرانے علماء نے اس مسئلے میں گہرائی میں داخل کیا ہے۔

> "پہلا شخص جو اس کام میں داخل ہوا وہ جرمن "Flugel" ہے جس نے یہ کام تقریباً دو سو سال پہلے کیا تھا۔ قرآنی کتابوں اور تراجم سے استفادہ کر کے اس نے ان تصورات کو حاصل کرنے اور قرآنی الفاظ کی پہلی لغت تیار کرنے کی کوشش کی۔ یہ کتاب ۱۸۴۲ء میں یعنی تقریباً ۱۶۰ سال قبل شائع ہوئی تھی۔ پھر اس کا عربی میں ترجمہ ہوا اور جرمنی کے شہر لیپزگ میں نجم القرآن کے نام سے شائع ہوا۔"[۱]

اس کو ستر، اسی سال گزر چکے ہیں اور ہم نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔ آخر کار جناب محمد فواد عبدالباغی نے اس مجموعہ تک رسائی حاصل کی اور مشاہدہ کیا کہ یہ بہت اچھی لغت ہے۔انہوں نے اس کتاب کی تدوین کی اور عربی میں ترجمہ کیا۔ لیکن یہ قرآن عالم کے لیے کافی نہیں تھا۔ مثال کے طور پر اگر محقق جہاد کے بارے میں کوئی آیت تلاش کرنا چاہے تو اس لغت میں صرف لفظ جہاد اور اس کے

[۱] ۔ایضاً، ص ۳۲۔

مشتقات تلاش کیے جا سکتے ہیں، جب کہ قرآن میں جہاد کے مختلف معنی ہیں، جیسے کہ لڑائی، امن اور تحفظ۔

۴۔ انسائیکلوپیڈیا کی تالیف

مغربیوں، مستشرقین، عیسائیوں اور یہودیوں نے مشاہدہ کیا کہ اسلام کے انسائیکلوپیڈیا نے دنیا میں جگہ بنائی ہے۔ وہ دنیا میں اسلامی علوم کی تدریس کی کرسی پر بیٹھے ہیں اور اسلام کو متعارف کرانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ دنیا والوں نے قرآن کا نام تو سنا ہے، لیکن دیکھا نہیں۔ اگرچہ اس کا ترجمہ کیا گیا ہے لیکن یہ کسی غیر مسلم محقق کے لیے کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں آج کی زبان کی ساخت نہیں ہے اور اس میں ترجمے کی رکاوٹیں لگائی گئی ہیں۔ انہوں نے محسوس کیا کہ قرآن کو اس طرح سے انسانی معاشرے میں متعارف نہیں کرایا جا سکتا اور اس مقصد کے لیے قرآن کی تعلیمات کو نکال کر اس کو منظم کر کے ایک انسائیکلوپیڈیا میں تبدیل کرنا ہوگا۔ اس لیے مستشرقین نے قرآن اور اس کی تفسیر کا میدان سکھانے اور دنیا کے لیے قرآن کی تفسیر کرنے کی کوشش کی۔ اس لیے، ۱۹۹۳ء سے، یعنی تقریباً دس سال پہلے، امریکی یونیورسٹیوں میں سے ایک خاتون (Jane Dammen Macavliffe) آگے بڑھیں۔ انہوں نے مغربی دنیا اور کئی ممالک سے متعدد قرآنی سکالرز کو مدعو کیا اور ان سے اس معاملے پر تبادلہ خیال کیا۔ انہوں نے بھی استقبال کیا۔ اس سائنسی کام کا مرکز لیڈن میں واقع ہے۔ اس طرح لیڈن میں قرآن کے انسائیکلوپیڈیا کی تالیف کا آغاز ہوا۔ وہ ۲۰۰۰ء میں اس کی پہلی جلد انگریزی میں شائع کرنے میں کامیاب ہوئے۔ دوسری جلد ۲۰۰۱ میں شائع ہوئی اور تیسری جلد اگلے سال منظر عام پر آئی۔

> "مستشرقین مغرب نے اسلام کے بارے میں جو بھاری کام کیے ان میں سے ایک کتاب (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) کی تالیف تھی۔ یہ کتاب تقریباً نوے سال پہلے ۱۹۱۳ء میں لیڈن میں شائع ہوئی تھی۔ لیڈن مغربی دنیا کے سائنسی اور ترقی یافتہ اسلامی شہروں میں سے ایک ہے جو نیدرلینڈز میں واقع ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اسے تین زبانوں انگریزی، فرانسیسی اور جرمن میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا اور اسے دنیا کے تمام اسلامی علوم کے مراکز اور یونیورسٹیوں میں بھیجنے کا فیصلہ

کیا، تاکہ معاشرے میں اسلامی علوم کی اشاعت کا ذریعہ بن سکے۔ دنیا کا سب سے اہم اسلامی حوالہ یہ کتاب ہے اور ہم ۱۹۵۰ء تک اس سے بے خبر تھے۔"[1]

۵- متضاد تراجم

تلاوت کے مخطوطات کو اپنے حساب سے درست کرنا اور ان کو زندہ کرنا اور انہیں شائع کرنا یعنی مستشرقین کے تراجم کی درجہ بندی کی جائے تو کچھ تراجم قرآن پاک کے اقتباسات کے تراجم ہیں۔ یہ انتخاب دو طریقوں سے کیے گئے ہیں۔ ایک بامقصد انتخاب اور دوسرا قرآن کے حصوں کا انتخاب۔ جو بامقصد ہیں وہ قدرتی طور پر منفی ہیں۔ لیکن مکمل تراجم تین قسموں کے ہیں: پہلی قسم متضاد تراجم ہیں جو زیادہ تر کچھ مواد کا غلط ترجمہ کر کے معاشرے کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس طرح کے تراجم کی مثالیں جمع کی گئی ہیں۔ دوسرا حصہ وہ ترجمے ہیں جو جہلا نے کیے ہیں۔ یعنی اس میں بہت سی غلطیاں ہیں جو عربی زبان کی خصوصیات یا اسلام کے تصورات اور تعلیمات کی خصوصیات کے بارے میں مغربی مترجم کی لاعلمی سے پیدا ہوتی ہیں۔ زیادہ تر تراجم اس حصے میں ہیں۔ تیسرا حصہ وہ تراجم ہے جن کو درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر ان میں غلطیاں ہیں تو وہ کم ہیں۔

۶-علوم قرآن کے بارے میں کتابیں اور مضامین کی تصنیف

جرمن "نولوک" نے تقریباً دو صدیاں قبل قرآن کی تاریخ کے بارے میں ایک کتاب لکھی۔ انہوں نے بیس سال کی عمر میں ڈاکٹریٹ حاصل کی اور اپنا مقالہ "تاریخ القرآن" لکھا۔ اس نے قرآن کی تاریخ میں اتنا اچھا کام کیا کہ اس نے یورپ کے سامنے ایک نئی سوچ اور قرآنی آیات پر تنقید کا ایک نیا طریقہ پیش کیا۔ میرا یقین ہے کہ مغرب میں جتنے بھی محققین نے ان دو سو سالوں میں قرآن کی تاریخ پر کام کیا اور سینکڑوں کتابیں لکھیں ان کی بنیاد کتاب نولک پر تھی۔ قرآن کی تاریخ پر بحث کرنے کی ان تمام کوششوں کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ قرآن خدا کی وحی نہیں ہے، بلکہ یہ ۲۳ سال کے خاص حالات و واقعات سے ماخوذ ہے جو اس دعوے کے وقت معاشرے میں پیش آئے۔ ان آیات میں تبدیل! یہ رجحان ایک مضبوط تحریک ہے جس پر دو سو سال سے کام کیا جا رہا ہے۔

---

[1] ایضاً، ص ۳۳۔

"اس بارے میں بہت تفصیلی اعداد و شمار موجود ہیں۔ اسلام اور قرآن سے متعلق کتابوں اور مضامین کے نام ایک مجموعہ میں جمع کیے جائیں۔ نیو یارک کی کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر ایڈورڈ سعید نے ۳۵سال سے زیادہ مشرقی زبانیں پڑھانے کے ساتھ لکھا ہے کہ مغربی اور مستشرقین نے بہت بڑا سائنسی کام کیا ہے۔ ۱۸۵۰ تک، انہوں نے مشرق اور اسلام کے بارے میں تقریباً ۶۰،۰۰۰ کتابوں کے عنوانات لکھے۔"[1]

۷-سائنسی تحقیق

اس سے انکار نہیں کہ اہل مغرب یعنی مستشرقین نے سائنسی تحقیق کے میدان میں مسلمانوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے جب کہ یہ مسلمانوں کی میراث تھی مگر بد قسمتی سے مستشرقین مسلمانوں سے بہت آگے نکل گئے۔ ان کی تحقیقات سے بعض اوقات مسلمانوں کو فائدہ بھی پہنچا اور مسلمانوں نے فائدہ اٹھایا بھی؛ کیونکہ ان کے دفعات میں سے ایک اہم دفعہ یہ بھی ہے۔ ان کی یہ قابل قدر سرگرمیاں ہمارے شکریہ کی مستحق ہیں؛ لیکن ظاہر ہے کہ یہ علوم ان کے نہ تھے، اس لیے وہ ہمدردی اور محبت جو مسلمانوں کو اپنی چیزوں سے ہو سکتی ہے ان کو نہیں ہے اس لیے ان کی تحقیق و تدقیق سے جہاں فائدہ ہو رہا ہے، سخت نقصان بھی پہنچ رہا ہے، جس کی تلافی آج مسلمان اہل علم کا فرض ہے، ان میں ایک ایسا گروہ ہے جو اپنے مسیحی نقطہ نظر سے اسلامی علوم پر نظر ڈال کر تحقیق و ریسرچ کے نام سے ایک نیا محاذِ جنگ بنا کر، اسلام، داعی اسلام، اسلامی علوم اور اسلامی تہذیب و تمدن پر بے بنیاد حملہ کر رہا ہے، قرآن مجید، حدیث، تصوف، سیر، رجال، کلام اور فقہ سب ان کی زد میں ہے، نہیں کہا جا سکتا کہ یورپ کے اس رنگ کے لٹریچر سے اسلام کو کس قدر شدید نقصان پہنچا ہے اور پہنچے گا، اگر یہ زہر اسی طرح پھیلتا رہا اور اس کا تریاق نہیں تیار کیا گیا تو معلوم نہیں کس حد تک نوجوان مسلمانوں کے دماغوں میں سمیت سرایت کر جائے گی۔

[1] ایضاً، ص ۳۳۔

۸-قرآن کے چیلنج کی مخالفت اور نئی سورتیں لانا

مستشرقین کے لئے سب سے بڑا مسئلہ قرآن کے چیلنج کی مخالفت اور نئی سورتیں لانا جس کے لئے وہ نت نئی سازشیں رچتے رہتے ہیں اس کی تازہ مثال آج کل سوشل میڈیا کے ذریعے وائرل ہونے والی خبروں میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ امریکہ نے نیا قرآن بنایا ہے اور اسے کویت میں تقسیم کر رہا ہے۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ غلط معلومات کا معاملہ ہے۔ جس کا مقصد ممکنہ طور پر خوف یا الجھن کو ہوا دینا ہے تاکہ مسلمان مضطرب رہیں۔ خبر کا متن کچھ یوں ہے کہ "امریکہ نے مذاہب کے درمیان فاصلوں کو ختم کرنے کے لیے قرآن مجید کی تصنیف کی ہے اور اسے ایک نئی کتاب "دی ٹرائینگل آف مونوتھیزم" "The Triangle of Monotheism Quran" کے نام سے جاری کیا ہے۔ توحید کی مثلث میں قرآن کی تحریف شدہ آیات، تورات اور انجیل کی آیات شامل ہیں۔ یہ فی الحال کویت میں تقسیم کیا جا رہا ہے اور ہو سکتا ہے ہم تک پہنچ جائے "معلومات کو شیئر کرنے سے پہلے قابل اعتماد ذرائع سے اس کی تصدیق کرنا بہت ضروری ہے، خاص طور پر جب اس کا تعلق مذہب جیسے حساس موضوعات سے ہو مگر امت مسلمہ مستشرقین کی ایک چھوٹی سی چھوٹی سازش کا بھی شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ تو قرآن پاک کے بارے میں مستشرقین کے کاموں کی ایک مثال ہے ایسے کئی معاملات ہیں جو ہر دوسرے روز وہ اسلام و قرآن دشمنی میں انجام دیتے رہتے ہیں۔

امت مسلمہ کی ذمے داری

فقط مستشرقین کو مورد الزام ٹھہرانے سے کام نہیں چلے گا امت مسلمہ کی بھرپور ذمے داری ہے کہ نا صرف علمی، تحقیقی، سائنسی میدان میں بلکہ اسلامی تعلیمات میں بھی آگے سے آگے بڑھیں۔ کیوں کہ مستشرقینِ مغرب کی نگاہ میں مسلمان، اسلام و اسلامی تعلیمات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

> "نو مسلم یورپی مفکر محمد اسد کی آراء میں مستشرقین (قدیم و جدید کی کاوشوں اور ان کے خیالات و تصورات نے عام مغربی ذہنوں کو مسموم کر دیا ہے؛ چنانچہ ان کی (ان کے علاوہ دیگر مسلم مفکرین کی بھی) تحریریں مغرب میں اسلام کی دعوت و تبلیغ اور اس کی تفہیم کی راہ میں بڑی رکاوٹ بن گئی ہیں ان مستشرقین کی نگارشات کے زیر

اثر عام یورپی و امریکی افراد اسلام کی کسی طور پر درخور اعتناء نہیں گردانتے، وہ اسلام اور اس کی روحانی اخلاقی تعلیمات کو کسی بھی نقطہ نگاہ سے کچھ زیادہ وقیع اور قابل احترام نہیں سمجھتے، نہ وہ اسے عیسائیت اور یہودیت سے موازنہ کے قابل خیال کرتے ہیں۔"[1]

اس وقت علماء کے کاندھوں پر کتنی ذمہ داری ہے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اسلام وہ مذہب ہے کہ جس دن وہ دین بنا اسی دن وہ سیاست بھی تھا۔ اس کا منبر، اس کا تخت، اس کی مسجد، اس کی عدالت، اس کی توحید نمرودوں اور فرعونوں، قیصروں اور کسراؤں کی شہنشاہی کے مٹانے کا پیغام تھی۔ پیغمبر اکرم سرور کائنین ﷺ وآئمہ اطہار علیہم اسلام اور صحابہ رضوان اللہ علیہما کی پوری زندگیاں ان مرقعوں سے بھری پڑی ہیں اور وہی اسلام کی سچی تصویریں ہیں اور جب تک علماء علماء رہے وہی ان کا اسوہ تھا۔ آج ضرورت ہے کہ اسی نقش قدم پر چلیں جو ہمارے اسلاف نے ہمارے لئے چھوڑا ہے۔ آج علماء کا کام صرف پڑھانا، مسئلے بتانا اور فتوے دینا سمجھا جاتا ہے، لیکن اب وقت ہے کہ اپنے اسلاف کے وقت کو پھر دہرائیں اور دیکھیں کہ ان کا کام صرف علم و نظر تک محدود نہیں بلکہ سعی و عمل اور عملی خدمت بھی ان کے منصب کا اہم فرض ہے۔

خلاصہ کلام

جو کوئی بھی مشرق کے بارے میں پڑھاتا، لکھتا یا اس پر تحقیق کرتا ہے تو یہ پڑھنے لکھنے اور تحقیق کرنے والے ماہر بشریات، ماہر عمرانیات، مورخین اور ماہر لسانیات پر منطبق ہوتا ہے۔ خواہ یہ لوگ اپنی خاص موضوع یا اپنے کسی عمومی مضمون پر کام کر رہے ہوں "مستشرق" کہلاتے ہیں اور ان کا کیا جانے والا کام "استشراق" کہلاتا ہے لیکن اگر اس تعریفات سے حاصل مفہوم کو مان لیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس وقت دنیا میں اسلام کے علاوہ دو بڑے آسمانی مذاہب یہودیت اور عیسائیت ہیں۔ اور ان دونوں کے انبیاء حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا تعلق بھی مشرق سے تھا اور ان کے ابتدائی پیروکاروں کا تعلق بھی مشرق ہی سے تھا۔ اور تورات و انجیل میں بیان کیے گئے تمام

[1] ۔ قاسمی، محمد عبد اللہ، ہندوستان میں مستشرقین کا چیلنج اور علماء کی ذمہ داری، (اورنگ آباد مہاراشٹرا: ماہنامہ دارالعلوم، جولائی ۲۰۰۶ء)، شمارہ ۷، ج ۹۰۔

حالات و واقعات اور مقامات کا تعلق بھی مشرق سے ہی ہے۔ لیکن پھر بھی توریت اور انجیل یا عیسائیت اور یہودیت کے عالمانہ مطالعے کو کوئی بھی استشراق کا نام نہیں دیتا۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ استشراق کے مقاصد سراسر منفی ہیں اور بدنیتی پر مشتمل ہیں۔ مستشرقین اپنے ان مقاصد کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا بنیادی مقصد اسلام اور اس کی تعلیمات کا صرف تحقیقی مطالعہ نہیں، بلکہ ایک تو مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا کرنا، مسلمانوں کو گم راہ کرنا اور دوسرا غیر مسلم لوگوں کے سامنے اسلام کا منفی تصور پیش کر کے انہیں اسلام قبول کرنے سے روکنا ہے۔ مستشرقین کے اہم مقاصد میں سے ایک اسلام کی عمارت کو کمزور کرنا ہے۔انہوں نے علم اور تحقیق کے نام پر اللہ، رسول اور مسلمانوں سے عداوت کی۔ مستشرقین کے اعتراضات وہی ہیں جو کہ اس وقت ابو جہل اور اور ابولھب کرتے تھے۔ مستشرقین کا یہ دعوی کہ قرآن محمد کا اپنا بنایا ہوا ہے، دلائل کی رو سے یہ دعوی باطل ہے۔ میکاؤلی کے اس اصول ”کہ مقصد عظیم ہو تو اس کے حصول کے لیے ہر ذریعہ استعمال کرنا جائز ہے“ کو مستشرقین نے خوب استعمال کیا، تحقیق کے لبادے میں اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے کے لیے انھوں نے ہر قسم کا حربہ استعمال کیا۔ حالانکہ میکاؤلی نے یہ اصول سیاستدانوں کے لیے وضع کیا تھا۔ مغرب کی سیاسی و معاشی بالادستی عالم اسلام کو ہر محاذ پر کمزور کرنے کی اپنی سازش میں پوری طرح کامیاب ہے وہ اپنے مشنری مقاصد کے فروغ کے لیے حیات انسانی کے ہر گوشے پر قابض ہیں اور اس کے لیے جس خاموش حکمت عملی کا مظاہرہ کر رہے ہیں ہم پوری طرح اس سے نابلد ہیں۔ وہ اسلام کے تئیں اپنے رویے میں لاکھ نرمی اور اخلاص کا اظہار کریں۔ شوق علم و تحقیق، ایثار و وفا اور انصاف پسندی کا خوب ڈھنڈورا پیٹیں لیکن قرآن کا یہ اعلان ہمہ وقت ہمارے پیش نظر رہے کہ

"وَ لَنۡ تَرۡضٰی عَنۡکَ الۡیَهُوۡدُ وَ لَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ-"

”تم سے یہود و نصاریٰ ہر گز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔“[1]

[1] ۔ القرآن: البقرۃ/۱۲۰

نتائج

جب ہم قرآنی متن کی تحقیق وتوثیق کے حوالے سے مستشرقین کے علمی کام کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت وحی کی اصل روح کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔اس کی وجوہات میں ان کے پہلے سے طے شدہ مقاصد کارفرما ہوں یا اسلام کے مصادر کا حقیقی فہم حاصل کرنے کی عدمِ صلاحیت، بہر حال ان کی تحقیقی نگارشات میں دیانت دارانہ رویوں کے برعکس مصادرِ اسلامیہ کو مشکوک قرار دینے کے جذبات کا عکس نظر آتا ہے۔ مستشرق کو مغرب کے ساتھ خاص کر دینا درست نہیں ہے، بلکہ مشرق میں رہنے والے مشرقی علوم کے ماہر عربی النسل اور عجمی یہود ونصاریٰ بھی مستشرقین میں شامل ہو سکتے ہیں مگر مستشرق کو مغرب کے لئے اگر یہ مثل استعمال کریں ہم پیالہ وہم نوالہ یا پھر یہ چولی دامن کا ساتھ ہے یعنی کہ مستشرق کو مغرب کا جدا سمجھنا بھی درست نہیں۔

مستشرقینِ مغرب کو اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ مسلمانوں کے نزدیک قرآن کی کیا حیثیت اور قدر وقعت ہے،اور جب تک یہ کتاب روئے زمین پر رہے گی، فوز وفلاح کے راستے ان کے لیے کھلے رہیں گے۔ وہ کسی وقت بھی اس کی راہنمائی میں پوری دنیا کو مغلوب کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس مصدر کو اس انداز اور پیرایہ میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے کہ یہ اپنی صحت وحفاظت کے معیار کے لحاظ سے دیگر کتبِ سماویہ ہی کے ہم پلہ نظر آنے لگے۔

اس سلسلے میں مستشرقین واہل مغرب نے مسلمانوں کے ذہنوں میں قرآن کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی غرض سے دو بنیادی قسم کے اعتراضات کو اپنی تحقیقات کا مرکز ومحور بنایا۔ اول، قرآن کی جمع وتدوین اور دوم، قرآن کی قراءات کا اختلاف۔ قرآنی متن کی توثیق وعدمِ توثیق کے حوالے سے یہ دونوں اعتراضات بالکل اساسی اہمیت کے حامل ہیں، کیونکہ ان دونوں کا تعلق قرآنی متن اور الفاظ سے ہے۔ الفاظ ہی معنی اور مفہوم تک رسائی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اگر الفاظ ہی کی صحت میں تذبذب پیدا ہو جائے تو معنی ومراد کی قطعیت ایک بے معنی چیز بن کر رہ جاتی ہے۔ اگر ہم حقیقت پسند بننا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ سب نے متعصبانہ یا غلط ترجمہ کیا ہے۔ حقیقت یہ

ہے کہ قرآن مجید کا یورپی زبانوں میں ترجمہ کرنے میں مترجمین اور مستشرقین عمومی طور پر مختلف محرکات رکھتے تھے۔

استشراق اور مستشرقین و اہل مغرب کا موضوع نہایت سنجیدہ موضوع ہے، لیکن اس کی طرف توجہ کم کی گئی ہے۔ علمائے اسلام میں چند ہی نے اس کو اپنی تحقیق کا مستقل موضوع بنایا ہے۔ ورنہ عام طور سے اس کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مستشرقین نے اسلامی علوم وفنون خاص کر قرآن و سیرت نبوی ؐ کو مطالعہ کا موضوع بنایا ہے۔

تجاویز و آراء:

اس تحقیقی عمل کے اختتام پر تجاویز کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے کیونکہ موجودہ تحقیق ایک محدود دائرے میں کی گئی ہے لہٰذا پہلے حصے میں تجویز دی جاتی ہے کہ اس کے دیگر پہلوؤں پر مزید تحقیق کے لئے کچھ اور محققین جستجو کریں اور انکا احاطہ کریں اس لئے محقیقین کرم کے لئے ان پہلوں اور نکات کا ذکر کرنا چاہوں گی جو راقم کی حدود تحقیق سے باہر تھے۔

اول حصہ: مجوزہ تحقیقی موضوعات برائے محققین:

۱۔ تحریک استشراق اور قرآن پر کام کرنے والے مشہور مستشرقین ایک تحقیقی جائزہ۔

۲۔ مستشرقین کا چیلنج اور علماء کی ذمہ داری ایک تنقیدی جائزہ۔

۳۔ برصغیر میں علم حدیث پر تحریک استشراق کے اثرات تجزیاتی مطالعہ۔

۴۔ قرآن پر مستشرقین کے اعتراضات اور علماء کے جوابات کا تجزیاتی مطالعہ۔

۵۔ مستشرقین کی اقسام، طریقہ کار، اثرات اور علمی خدمات ایک تحقیقی جائزہ۔

دوم حصہ: برائے ہر خاص وعام:

۱۔ عالم اسلام پر مستشرقین واہل مغرب کے جو منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں اس کے لیے لازم ہے کہ ایسے صالح الفکر مسلمان محققین و مصنفین تیار ہوں جو اسلامی موضوعات پر جدید طرز تحقیق اور ماخذ و مراجع کی صحت واستناد کے حوالے سے ریسرچ کریں اور ایسے علمی و تحقیقی اسلوب، استدلال واستنتاج اور طرز نگارش کو بروئے کار لائیں جو مستشرقین پر ہر لحاظ سے فوقیت لے جائیں ۔

۲- ساتھ ہی ان کی علمی کوتاہیوں، دسیسہ کاریوں اور افترپردازیوں کا پردہ چاک کر کے واضح اور درست خطوط فراہم کریں۔ ایسا نہ کیا گیا تو جدید تعلیم یافتہ طبقہ مستشرقین کے مسموم افکار و خیالات اور ان کی فکری غلامی سے اپنے آپ کو زیادہ دیر تک آزاد نہیں رکھ سکے گا۔

۳- مستشرقین کے چیلنج کے مد نظر اس امر پر عمل کرنے کی ضرورت ہے کہ ہر آبادی جہاں علماء رہیں وہ ان کی سعی اور خدمت سے آباد رہے۔ وہاں کم علم و لا علم کو پڑھانا۔ نادانوں کو سمجھانا، غریبوں کی مدد کرنا مسلمانوں کو ان کی کمزوریوں سے آگاہ کرنا ایک عالم دین کا فرض ہے۔

منابع و مصادر

۱- القرآن

۲- اختر، حافظ محمود، حفاظت قرآن مجید اور مستشرقین، (لاہور: دار النوادر، ۱۲ نومبر ۲۰۲۰ء)۔

۳- السباعی، محمد مصطفیٰ ،السنۃ ومکانتہا فیالتشریع الا سلامی، (قاہرہ :مکتبہ دارالعروبہ شارع الجمہوریہ، ۱۹۶۱ء)۔

۴- حامدی، خلیل احمد (مرتب)، نظام اسلام مشاہیر اسلام کی نظر میں، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۶۳ء)۔

۵- ابو الحسن علی ندوی، مولانا، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۱ء)۔

۶- جیلانی، عبد القادر، آصف اکبر صاحب (مرتب)، اسلام، پیغمبرِ اسلام اور مستشرقینِ مغرب کا اندازِ فکر، (لاہور: بیت الحکمت، ۲۸ اپریل 2015ء)۔

۷- حسین، ثناء اللہ ، قرآن کریم اور مستشرقین، (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۸ ستمبر ۲۰۱۶ء)۔

۸- الصحاح تاج اللغۃ، الجوہری الفارابی، ابو نصر اسمٰعیل بن حماد، (بیروت: دار العلم للملایین، ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷م)۔

۹- مؤدّب، رضا، اعجاز قرآن، در نظر اہل بیت عصمت نظراز علمای بزرگ اسلام، (قم: انتشارات احسن الحدیث، چاپ اول، ۱۳۷۶)

۱۰- زمانی، محمد حسن، مستشرقان وقرآن نقد و بررسی آراء مستشرقان در بارۂ قرآن (، چاپ سوم، مؤسسہ بوستان کتاب، ۱۳۸۵)
۱۱-تہذیب اللغۃ، ابو منصور محمد بن احمد الأزہری، الہروی، (بیروت : دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۱م) ، ج ۸، ص ۲۵۳۔
۱۲-مصادر الاِستشراق والمستشرقین و مصدر یتہم. علی بن إبراہیم النملۃ. (بیسان للنشر والتوزیع دار الأعلام ۱۴۳۲ھ. ۲۰۱۱م) , ص ۱۶
۱۳-المنجد فی اللغۃ. لویس معلوف. مادۃ.
۱۴-مصادر الاِستشراق والمستشرقین و مصدر یتہم. ص ۱۵-۲۵.
۱۵- قاسمی ، محمد شکیب، دوسرا محاضرہ علمیہ بر موضوع قرآن اور مستشرقین، (انڈیا: حجۃ الاسلام اکیڈمی دار العلوم وقف دیوبند،) ، ص ۸۰۔
۱۷- کریمی ، محمد جرجیس، قرآن مجید اور مستشرقین غلط فہمیوں کا جائزہ، (لاہور: ملک اینڈ کمپنی، ۱۰ دسمبر ۲۰۲۰ء) ، ص ۲۷۔
۱۸- زمانی، محمد حسن، آشنائی با استشراق و اسلام شناسی غربیان، (قم: انتشارات بین المللی المصطفیٰ، ۱۳۸۸) ، ص ۳۲۔
۱۹- قاسمی، محمد عبد اللہ، ہندوستان میں مستشرقین کا چیلنج اور علماء کی ذمہ داری، (اورنگ آباد مہاراشٹرا: ماہنامہ دار العلوم ، جولائی ۲۰۰۶ء) ، شمارہ ۷، ج ۹۰ ۔
Wright, Thomas, "Early Christianity in Arabia", London, 1855.-20
Hitti, P. K. ”History of the Arabs“, London, Macmillan, 1968, p.147.-21